فریب سے بھی آگاہ ہے اور معنی میں بھی یکسوئی کے قابل نہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ معنی کے داخلی امکانات ہمیشہ تعلق کو راہ دیتے ہیں''۔[بحوالہ ہجوم آئینہ از فرید پربتی]

درج بالا اقتباس سے صاف اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فرید پربتی کا شعری اظہار کسی مخصوص عقیدے کا پابند نہیں ہے انہوں نے جس میدان میں بھی قدم رکھا ہے اپنی راہ آپ ڈھونڈنے کی سعی کی ہے۔ غزل ہو یا رباعی وہ باریک سے باریک نقطوں سے اس قدر رمز آشنا تھے کہ ریاست جموں وکشمیر کی اردو شاعری کا ذکر جب بھی چھیڑا جاتا ہے تو فرید پربتی کا نام سرفہرست آتا ہے۔

ترنم ریاض۔۔۔۔۔ایک تعارف

ڈاکٹر جاوید اقبال شاہ

جب تک نہ زندگی کی حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج نہ ہو سکے گا حریفِ سنگ
(اقبال)

ہر انسان کو اپنی عظمت کا اعتراف ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ٹی۔ ایس۔ ایلٹ نے اپنی تحریروں میں اِس بات کی صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انسان کا کلام اُس کی شخصیت کا پرتو ہوتا ہے لیکن جب ہم کسی شخص کا تعین قدر کرنے لگتے ہیں تو اِس کی کڑیاں اُس کی ذاتی، نجی سماجی و تاریخی زندگی سے ملتی ہوئی نظر آتی ہیں چونکہ ادب سماج کا ایک حصہ اور زندگی کا آئینہ ہوتا ہے اور سب سے بڑا ادیب آج تک وہی ثابت ہوا ہے جس کی نظر زندگی حیات وکائنات پر نہایت عمیق واقعی رہی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے زندگی کے حقائق کی معارفت کو زندگی کو ترقی کے راستے پر گامزن کرنے کے لئے اور اس کو مقامِ مقصود تک پہنچانے کے لئے اہمیت کا حامل قرار دیتے ہوئے مذکورہ بالا شعر لکھا ہے چونکہ زندگی بذات خود ایک عملی و ادبی باب ہے اور اِسکو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنھیں خدا نے ذہن رسا کی دولت سے مالا مال کیا ہو۔ اقبال نے ایک جگہ بجا طور پر لکھا ہے۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

اس کے علاوہ بہت ساری مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جو اِس بات کے حق میں مختلف زبانوں کے ادیبوں شاعروں اور مفکروں نے لکھی ہیں جس سے میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوا کہ کسی بھی ادیب، شاعر یا تخلیق کار کا ادبی تعین کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ادیب بذات خود کن حالات و واقعات کے زیر سایہ پروان چڑھا ہے اُس کی زندگی کے وہ اہم ترین گوشے کون کون سے ہیں جو اُسے ادب کی طرف مراجعت کرنے میں معاون ومددگار ثابت ہوتے ہیں جہاں تک میرے موضوع کے اِس باب کا تعلق ہے تو یہ بھی مذکورہ بالا نوعیت کا حامل ہے جس کو رشتہ تحریر میں لانے کے لئے موضوع کے مطابق مواد تلاش کرنے کے بعد میں اِس قابل ہوا ہوں کہ میں اس بات کا انکشاف کروں کہ ترنم ریاض ایک وسیع القلب اور فکر ونظر کے حامل علم پرور وعلم دوست گھرانے کی دُختر نیک اختر ہیں اور قلم وقرطاس کی یہ دھنی خاتون قلم وقرطاس کی خدمت کا مکتبۂ عظمٰی ورثے میں پائی ہے۔

ولادت اور آباواجداد:۔ ترنم ریاض 9 اگست 1963ء کو سری نگر کشمیر کے ایک اہل علم گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ ترنم ریاض کے دادا جان خُدا بخش خان ایک مشہور شہری اور اس وقت کے وزیر وزارت تھے۔ وہ بنیادی طور پر سیالکوٹ پاکستان کے رہنے والے تھے۔ اُنھیں زمینیں خریدنے کا بہت شوق تھا۔ کشمیر انہیں ابتداء سے ہی بہت پسند تھا لیکن State Subject نہ ہونے کی وجہ سے وہ یہاں زمین نہیں خرید سکتے تھے۔ ایک دفعہ جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ کشمیر آئے تو سوگام میں ایک لاولد لینڈ لارڈ مردان علی شاہ تھے اُنھوں نے خُدا بخش خان کی بیوی کو اپنی بہن بنایا اور عدالت میں اُس کو جائیداد کا کچھ حصہ لکھ کر دیا جس کی رقم بعد میں خُدا بخش خان نے عدالت کے باہر ادا کی۔ اس طرح اُنھیں پھر یہاں کا سٹیٹ سبجیکٹ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

ترنم ریاض کے والد بزرگوار کا نام چودھری محمد اختر خان تھا اُن کی ولادت سیالکوٹ پاکستان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدارس سے حاصل کرنے کے بعد انہوں نے گریجویشن گولڈن کالج راولپنڈی اور باقی تعلیم پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ وہ آزاد ہندوستان سے پہلے آئر فورس پائلٹ تھے بعد میں اُنھوں نے دمے کی بیماری کی وجہ سے Premature ریٹائرمنٹ لی۔ وہ ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ پڑھنے لکھنے کے شوقین بھی تھے۔ وہ بیک وقت چار زبانیں عربی، فارسی، اُردو اور پنجابی مہارت سے

جانتے تھے ۔ترنم ریاض کی والدہ محترمہ کا نام ثریا بیگم ہے اور وہ بفضل تعالیٰ بقید حیات ہیں ۔ وہ ایک پڑھی لکھی دیندار خاتون ہیں ترنم ریاض کی دو بہنیں فہمیدہ تبسم اور خالدہ تنویر ہیں جب کہ بھائی سے محروم ہیں ۔

بچپن اور تعلیم:۔ ترنم ریاض نے اپنا بچپن کشمیر میں گزارا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم مقامی اسکولوں سے ہی حاصل کی ۔کشپا گرلز ہائی سکول میں ترنم ریاض واحد مُسلم لڑکی تھیں ۔اس کے بعد انہوں نے گریجویشن Women College مولانا آزاد روڈ سری نگر سے کی ۔کالج کی ایک اُستاد مریم حامدی کاشمیری جو حامدی کاشمیری کی رفیق حیات ہیں اُن سے ترنم ریاض متاثر تھیں لیکن جب محترمہ نے کشمیر یونی ورسٹی میں داخلہ لیا تو وہاں پر اُنہوں نے آرٹس لے لیا اس سے پہلے وہ سائنس کی طالب علم تھیں ۔ یہاں پر پروفیسر حامدی کاشمیری سے اُنہیں بہت کچھ سیکھنے کو ملا اور اس طرح وہ اپنے قیمتی مشوروں سے ترنم ریاض کو نوازتے رہے ایم ۔اے کرنے کے بعد اُنہوں نے پھر کشمیر یونی ورسٹی سے ہی بی ۔ایڈ اور ایم ۔ایڈ کی سند حاصل کی ۔ جہاں تک عربی کا سوال ہے تو محترمہ نے اس کی تعلیم گھر میں ہی اپنی والدہ سے حاصل کی ۔

ادبی ذوق:۔ ترنم ریاض بچپن سے ہی کافی ذہین اور پڑھنے لکھنے کی شوقین تھیں اور ان کے والد محترم بھی پڑھنے لکھنے کے کافی شوقین تھے ۔ ان کی دادی بھی پڑھی لکھی تھیں ۔ جیسے کہ پہلے ہی ذکر کیا جا چکا ہے محترمہ کے والد چار زبانیں مہارت سے بولتے تھے ۔ اس زمانے میں لڑکیوں کو پڑھاتے نہیں تھے ،ان کی دادی دوسری عورتوں کو عربی وغیرہ پڑھاتی تھیں تو ان کی کتابیں دیکھ کر ترنم ریاض کو بھی مطالعے کا شوق پیدا ہو گیا ۔گھر میں جو بھی کتاب آتی وہ اسے پڑھتی رہتی اور اس طرح ان میں ادبی ذوق پیدا ہو گیا ۔

شادی اور اولاد: ترنم ریاض کی شادی 29 ستمبر 1984 ،کو کشمیر کے ہی ایک معزز گھرانے کے چشم و چراغ پروفیسر ریاض پنجابی سے ہوئی ۔ ان کے بطن سے دو بیٹوں نے جنم لیا ۔ بڑے بیٹے کا نام بدران پنجابی ہے اس کی ولادت 10 اپریل 1986 ، میں سرینگر میں ہوئی ۔ وہ اس وقت ممبئی میں موسیقی سیکھ رہا ہے چھوٹے بیٹے کا نام میران پنجابی ہے میران کی پیدائش 18 دسمبر 1987 ،کو سرینگر میں ہوئی ۔گریجویشن کرنے کے بعد میران کشمیر میں ہی بقیہ تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہے ۔

ادبی زندگی اور تخلیقات:۔ ترنم ریاض کو بچپن سے ہی کہانیاں اور شاعری پڑھنے کا

شوق تھا۔ کیونکہ یہ چیز اُنھیں ورثے میں ملی تھی۔ اُن کے والد کو تو ادب کا شغف تھا ہی لیکن اُن کے ماموں شیخ حبیب اللہ بھی کشمیری اور فارسی میں شعر کہا کرتے تھے لیکن یہ دونوں اپنی طبع کی تفریح کے لئے شاعری کرتے تھے اِن میں سے کوئی بھی صاحب دیوان شاعر نہیں تھا۔ ترنم ریاض کے والد ہمیشہ ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے۔ اپنی ادبی زندگی کے بارے میں ترنم ریاض خود کہتی ہیں۔

''یہاں کشمیر میں ماحول نہیں تھا خواتین کو پڑھانے کا اور وہ لوگ اِس بات کو پسند بھی نہیں کرتے تھے کہ لڑکیاں شعر کہیں لیکن میرے والد مجھے بہت Encourage کرتے تھے۔ جیسے میں اصل کو اَصل کہتی تو وہ کہا کرتے تھے کہ بیٹا یہ اصل ہے اَصل نہیں۔ اس طرح کے کئی الفاظ اُنھوں نے مجھے ٹھیک کروائے اور اس طرح مجھے ایک شوق پیدا ہوا۔ میں لکھوں اور لکھتی رہوں۔ رفتہ رفتہ یہ بات چل نکلی اور میں چوری چوری شعر کہنے لگی اور کہانیاں بھی لکھنے لگی تو کبھی کبھار شعر کہتے ہوئے پکڑی جاتی تو والدہ کی طرف سے ڈانٹ پڑتی تھی لیکن یہ کہنا چاہئے کہ ابتدائی سلسلہ گھر سے ہی شروع ہوا''۔[1]

ترنم ریاض نے ایک افسانہ اِن دِنوں لکھا تھا جب اُنہوں نے ایک غزل بھی کہی تھی۔ اپنی ایک قریبی دوست کے چہرے پر نیلا تل دیکھ کر انہوں نے جو شعر کہا تھا وہ یوں ہے:

تیرے رخسار پہ تل دیکھتے ہیں
داغِ سوزشِ دِل دیکھتے ہیں

اس شعر کے بارے میں ترنم ریاض یوں کہتی ہیں:

''یہی شعر میں نے ابو کو سنایا تھا وہ کہنے لگے ارے واہ کیا بات ہے یہ تو ایسے لگتا ہے جیسے کسی مرد نے کسی خاتون کے رخسار کے لئے کہا ہو اور مجھے لگا ہاں یہ بات تو صحیح ہے کیونکہ خواتین کی شاعری تب تک میرے پاس تھی ہی نہیں اور مجھے

پتہ بھی نہیں تھا کہ خواتین کیسے شعر کہتی ہیں تو پھر محسوس ہوا کہ یہ
سلسلہ کچھ غلط ہے پھر میں نے شاعری کو وہیں چھوڑ کے ایک
افسانہ لکھا۔ اس

ان باتوں کا اظہار ترنم ریاض نے راقم الحروف سے ایک ملاقات کے دوران کیا
اس کا عنوان مجھے یاد نہیں آرہا ہے البتہ اس کا Topic کچھ
Sensetive سا تھا کہ طلاق دینا اس کا حلالہ دینا اور پھر
دوسری شادی کچھ ایسا ہی تھا۔ تو ان دنوں وہ (افسانہ
''آفتاب'' میں چھپا تھا۔'' ے ا

ترنم ریاض کی ادبی زندگی کا آغاز 1973ء میں ہوا۔ اُن کی پہلی تحریر سری نگر کشمیر کے روزنامہ'' آفتاب'' میں 1973ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد ترنم ریاض نے رسالہ آفتاب کا خواتین ایڈیشن ایڈٹ کرنا شروع کیا اور اس طرح ان کے لکھنے اور پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے ان دنوں جب ترنم ریاض نے میٹرک کا امتحان دیا تو ان کا حساب کا مضمون فیل ہوگیا۔ جس کی وجہ سے وہ کافی Depress ہوگئیں اور پھر اُنہوں نے یہ شعر کہا

بھول جا انجام شب کی تلخیاں
ہر سویرے اک نیا آغاز ہے

اس کے بعد ترنم ریاض نے مڑ کے واپس نہیں دیکھا انہوں نے اپنا ادبی سفر جاری رکھا اور اس طرح ان کی کہانیاں اور دیگر تخلیقات ریاستی، ملکی اور بیرونی ممالک کے اخبارات و رسائل کی زینت بنتی رہیں۔ جن رسائل و اخبارات میں ان کی تخلیقات چھپتی رہیں اُن کی فہرست کچھ اس طرح ہے۔ شعر و حکمت (حیدر آباد) چہار سو (اسلام آباد) شاعر (ممبئی) نیا دور (اُتر پردیش) شیرازہ (کلچرل اکیڈمی سرینگر) جہات (سرینگر) آج کل (ہندی) (آج کل اُردو) گورنمنٹ آف انڈیا، ایوان اُردو (دہلی) مُباحثہ (بہار) انشاء (کلکتہ) صدا (لندن) تخلیق (لاہور) نیرنگ خیال (لاہور) افکار (کراچی) سریر (کراچی) پنج دریا (جالندھر) نیا ورق (ممبئی) ادب دوست (لاہور) جدید ادب (جرمنی) وغیرہ قابل ذکر رسائل اور جرائد ہیں۔

ترنم ریاض بیک وقت افسانہ نگار، ناول نگار، شاعرہ، نقاد، تحقیق نگار اور مترجم

ہیں انہوں نے بڑی محنت لگن اور دلجوئی سے ادبی دُنیا میں بہت جلد اپنا ایک الگ مقام بنا لیا ہے لیکن بنیادی طور پر ترنم ریاض ایک کہانی کار ہیں اگر چہ اُنھوں نے نثر کے مختلف شعبوں میں طبع آزمائی کی ہے لیکن کہانی اِن کا پہلا عشق ہے ترنم ریاض کی جو تخلیقات ابھی تک منظر عام پر آ چکی ہیں اُن کی فہرست یوں ہے۔

افسانوی مجموعے:۔

(۱) یہ تنگ زمین (۲) ابابیلیں لوٹ آئیں گی (۳) یمبرزل (۴) مرارخت سفر

شاعری:۔ پرانی کتابوں کی خوشبو

ناول: مورتی

برف آشنا پرندے

تنقیدی مضامینکا مجموعہ:

چشم نقش قدم

تحقیقی مضامین کا مجموعہ:

بیسویں صدی میں خواتین کا اُردو ادب انتخاب برائے ساہتہ اکاڈمی

تراجم:

(۱) گوسائیں باغ کا بھوت (ترجمہ ہندی سے، برائے ساہتیہ اکادمی)

(۲) سنو کہانی (ترجمہ ہندی سے برائے ساہتیہ اکادمی)

(۳) ہاؤس بوٹ پر بلی (ترجمہ انگریزی سے، برائے ساہتیہ اکادمی)

اس کے علاوہ ترنم ریاض نے جن سیمناروں اور کانفرنسوں میں حصہ لیا ہے اُن کی فہرست کچھ یوں ہے۔

(۱) ورلڈ اُردو کانفرنس اسلام آباد (پاکستان) مارچ 2006ء

(۲) انٹرنیشنل کانفرنس آن صوفی ازم اِن آئی۔آئی۔سی نئی دہلی 2006ء

(۳) انٹرنیشنل سیمینار آن اُردو اینڈ کپوزٹ کلچر انجمن ترقی اُردو دہلی مارچ 2003ء

(۴) انٹرنیشنل سیمینار ''خواتین اُردو ادب'' علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی جنوری 2003ء

(۵) نیشنل سیمنار ''Indain women writers at the turn of the century'' ساہتیہ اکادمی نئی دہلی فروری 2001ء

(۶) نیشنل سیمینار ''بیسویں صدی میں خواتین ادب'' شعبہ اردو دہلی یونی ورسٹی۔اکتوبر

2000ء

(۷) نیشنل سیمینار ''غالب'' غالب اکیڈمی دہلی اکتوبر 1999ء

(۸) Womes's day at UNIC)5 مارچ 2001ء

اس کے علاوہ بھی ترنم ریاض کئی پروگراموں اور سیمیناروں میں حصہ لیتی رہی ہیں۔ترنم ریاض کی کہانیوں اور شاعری کا مختلف مُلکی اور غیر مُلکی زبانوں میں ترجمے بھی ہوئے ہیں مثلاً عربی، چینی،فرنچ، جرمن، اور پنجابی، ہندی، کشمیری، تامل، تلگو، گجراتی وغیرہ۔

اعزازات وانعامات:۔ ترنم ریاض کو متعدد ادبی انجمنوں اور تنظیموں نے اعزازات و انعامات سے بھی نوازا ہے2006ء میں دہلی اُردو اکادمی نے اُنہیں فکشن ایوارڈ سے نوازا۔2005ء میں ساحر اکادمی لدھیانہ نے اُنھیں ادیب انٹرنیشنل ایوارڈ دیا۔2005ء میں اُن کے افسانوی مجموعے ''یمبرزل'' پر دہلی اُردو اکادمی ایوارڈ دیا گیا۔اور1998ء میں یوپی اُردو اکادمی نے اُن کے افسانوی مجموعے '' یہ تنگ زمین'' پر ایوارڈ دیا۔ابھی حال ہی میں ریاستی کلچرل اکیڈمی نے '' مرا رخت سفر'' پر Best Book کا اعزاز بھی دیا۔

درس وتدریس کے علاوہ ترنم ریاض برقی میڈیا سے وابستہ ہیں اور آل انڈیا ریڈیو میں News Reader ہیں۔

شخصیت اور فن:۔ دُنیا کے کسی بھی انسان کی شخصیت کا تعین کرنے کے لئے اُسے جاننا ضروری ہے۔وہ تب ہی ممکن ہے جب ہم اِس شخص کے ساتھ رہیں اُسے جانے اور اُسے سمجھیں اور اگر وہ ادیب یا شاعر ہے تو اس کی تحریروں سے اُس کے اندورن کی کفیات ،جذبات و احساسات سامنے آجاتی ہیں اور اس طرح ہم اُس کے بارے میں کوئی رائے قائم کر سکتے ہیں۔انسان کی شخصیت کو دو زمروں میں رکھا جا سکتا ہے پہلے زمرے میں انسان کی شکل وصورت اور سب سے اہم انداز گفتار وغیرہ شامل ہے اور دوسرے زمرے میں اُس کی پوشیدہ یعنی باطنی شخصیت ہوتی ہے اور اس کا رُتبہ کئی گناہ زیادہ ہوتا ہے اور یہی انسان کی حقیقی شخصیت بھی ہوتی ہے لیکن شخصیت ایک نہایت وسیع اصطلاح ہے اس کے دائرے میں کسی شخص کی تمام ذہنی اور جسمانی خصوصیات شامل رہتی ہیں۔ دماغ، جسم، صورت، احساسات، جذبات، رجحانات غور وفکر وغیرہ یہ تمام خصوصیات انسان کی شخصیت

کے جز و ہیں ۔

جہاں تک ترنم ریاض کی شخصیت کا سوال ہے تو خدا نے اُنھیں ایسے حُسن اور ذہانت سے نوازا ہے کہ اُن کی عظمت میں داخل ہونے والوں کی گردنیں عزت واحترام کے جذبے سے جھک جاتی ہیں ۔اُن کا نام ذہن میں آتے ہی دلکش تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے خوبصورت چہرہ، درمیانہ قد، پرنور آنکھیں اور بات کرنے کا انداز ایسا کہ لفظوں سے موتی بکھرنے لگتے ہیں اور آواز اس قدر میٹھی کہ ہر کوئی ان کا گرویدہ ہو جاتا ہے خاص کر اُن کا تلفظ اس قدر صاف ہے کہ اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے کہ آیا وہ کشمیری ہیں یا لکھنوی ۔ترنم ریاض کا تعلق دراصل ایسے خاندان سے ہے جس میں رشتوں کی پاسداری، شرافتِ نفس کا اہتمام، اخلاقی قدروں کا بول بالا اور روایتوں کا احترام شروع سے ہی موجود ہے ۔وہ ایک خلیق اور ملنسار خاتون ہیں ۔نرم اور شیریں گفتگو سے وہ لوگوں کا دل جیت لیتی ہیں ۔صوم وصلوٰۃ اور تلاوت قرآن کی بھی بہت پابند ہیں مطالعے کا بہت زیادہ شوق رکھتی ہیں لہذا زیادہ وقت علم کی پیاس بجھانے میں صرف کرتی ہیں ۔ترنم ریاض ذہین اور محنتی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے گھریلو فرائض کو بھی بخوبی نبھاتی ہیں ۔

ترنم ریاض بنیادی طور پر ایک کہانی کار ہیں ان کی افسانہ نگاری میں جہاں ایک طرف اِن کے اسلوب کا عمل دخل ہے تو دوسری طرف ان کی تیز طرار آنکھیں اور حساس دل کا بھی بہت حصہؔ ہے ترنم ریاض چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کو بھی گہری نظر سے دیکھتی ہیں اور یہ عمل وہ سرسری دیکھنے پر بھی کر لیتی ہیں اُن کی نظر سرسری پڑنے پر بھی معاملے کی تہہ میں چھپے اسباب کو نکال لاتی ہے مُصنفہ کے افسانوی ادب کا مطالعہ کرنے کی بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ محبتوں کی ایک فنکار ہیں جن کی نگاہ میں رشتوں کی بڑی اہمیت ہے ۔انھوں نے جذباتی رشتوں پر بڑی فنکاری سے قلم اُٹھایا ہے اور اِن کے کیف وکم کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے ۔اِن کے افسانوں میں ہلکی سی رومانیت کی فضا قائم رہتی ہے جس میں جذبات واحساسات کی فراوانی ایک خاص سماع پیدا کرتی ہے ۔کشمیر باشی ہونے کے سبب اِن کی کہانیوں میں ایک خاص مقامی رنگ ملتا ہے لیکن اِن کی کہانیوں کے موضوعات محدود نہیں ہیں بلکہ وہ عالمی سطح پر رونما ہونے والے حالات و واقعات کو بھی اپنی کہانیوں کا موضوع بناتی ہیں ۔ترنم ریاض کو کون سے موضوعات متاثر کرتے ہیں اِن کو کسی زمرے میں نہیں رکھا جاسکتا ہے لیکن بچوں کی محرومیاں، انسانوں کی محرومیاں، جانوروں کی

محرومیاں، پرندوں کی محرومیاں، سبزے کا استحصال، پانی کی کمی مچھلیوں کا استحصال یعنی کسی بھی چیز کا حد سے زیادہ خراب ہونا یا حسین ہونا کچھ ایسے موضوعات ہیں جو انہیں متاثر کرتے ہیں اس کے علاوہ کشمیر میں پچھلے بیس سال سے جو حالات بنے ہوئے ہیں ان حالات کا عکس ان کی کہانیوں اور شاعری میں صاف طور پر جھلکتا ہے۔ کشمیر میں جو نوجوان لڑکیاں گھروں میں ابھی تک کنواری ہیں ترنم ریاض کو یہ بات بہت ستاتی ہے اس حوالے سے اُنھوں نے ایک نظم لکھی ہے جس کا عنوان ہے''کہیں کوئی نہیں'' کا آخری بند یوں ہے

فرشتہ امن کا اُجڑے گھروں کو کب بسائے گا
جواں جانوں کی جھریوں میں
کنوری بوڑھیوں کی مانگ میں موتی سجائے گا
کہیں کوئی نہیں کوئی نہیں کون آئے گا
مخالف ساعتوں میں تجھ کو ہمدم کون دیکھے گا
میری وادی تیرے زخموں کو مرہم کون لگائے گا

ترنم ریاض نے اپنے دوسرے ناول''برف آشنا پرندے'' میں جس طرح کشمیری زندگی کو موضوع بنایا ہے وہ لاجواب ہے اس ناول میں مُصنفہ نے آزادی سے قبل سے لیکر عصرِ حاضر تک کے کشمیر کو پیش کیا ہے۔ عزیز احمد نے ناول''آگ'' میں کشمیری کی شہری زندگی کو موضوع بنایا ہے۔ جب کہ کرشن چندر کا فن زیادہ تر کشمیر کے گاؤں کی زندگی کے حُسن کے بیان پر مبنی ہے لیکن ترنم ریاض نے اپنے اس ناول میں شہری اور دیہاتی دونوں جگہوں کے لوگوں کی زندگی کو پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ لیکن گاؤں کی زندگی اور یہاں کے لوگوں کا رہن سہن گاؤں کی منظر نگاری ابتدا سے لیکر اختتام تک جگہ جگہ جلوہ گر ہوتی ہے اس کے علاوہ ترنم ریاض نے عالمی سطح پر رونما ہونے والے حالات و واقعات کا بھی ذکر کیا ہے۔ خاص کر ایک قوم کو نشانہ بنا کر دُنیاء کے تمام ممالک جو سازشیں کر رہے ہیں اس کا بھی مُصنفہ نے ذکر کیا ہے''برف آشنا پرندے'' میں روایتی زمین دارانہ سماج کی کشمکش مِلتی ہے ناول کی مرکزی کردار''شیبا'' میں زمین دارانہ شان و شوکت کی تمام باتیں شامل ہیں البتہ رحم دلی وانصاف اِس میں ہر جگہ نظر آتا ہے۔ مناظرِ فطرت اور کائنات کی محاکاتی تصویروں کی پیشکش میں ترنم ریاض کو کمال حاصل ہے اس کی سب سے بڑی وجہ اِن کا شاعرانہ مزاج ہے۔

ترنم ریاض کے فن سے متعلق مختلف ناقدین نے جو آرائیں قائم کی ہیں ان میں سے چند ایک یہاں پیش کی جارہی ہیں جس سے اِن کے فن کے چھپے گوشے سامنے آجاتے ہیں۔

پروفیسر گوپی چند نارنگ ترنم ریاض سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں

''ترنم ریاض کے نام پر بہت سے لوگ چونکیں گے لیکن کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ادب کی دنیا میں اپنی آہٹ سے یا آہنگ سے، لہجے سے یا معنویت سے چونکانا بھی ایک جمالیاتی عمل ہے۔

جب جب کوئی نئی آواز ادب کے گنبد ہزار در میں ابھرتی ہے تو کسی کو اندازہ نہیں ہوتا، آیا یہ پہلی آہٹ کے بعد ڈوب جائے گی یا دیوار و در سے ٹکرا کر ارتعاش پیدا کرے گی اور سینوں کو برماتی جائے گی۔ ترنم ریاض وادیٔ کشمیر کا گلِ نورس ہے جس نے افسانے کی دنیا میں قدم رکھا ہے جہاں زمین سخت اور آسمان دور ہے۔ دنیائے ادب کی رونق کے لئے نئے فنکاروں کا 'آون جاون' بنا رہے تو بہت خوب ہے۔ ہر فنکار اور ہر فن پارہ میرے آپ کے کہنے سے نہیں، اپنے حسن و خوبی سے زندہ رہنے کا حق چاہتا ہے، اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اس حق کا احترام کرتے ہیں۔ خدا کرے کہ ترنم ریاض ادب کی ہر موج سے کامیابی کے ساتھ نبرد آزما ہوسکیں۔'' [1]

سید محمد اشرف ترنم ریاض کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں

''جذبوں، رشتوں، زمینوں، بستیوں اور محبتوں کی کہانیاں لکھنے والے ان ہاتھوں کو ایک عجیب فن اور بھی تقدیر ہوا ہے طویل اور بسیط کائنات میں پھیلے سرخ، زرد، سبز، فیروزی، عنابی، لاجوردی، قرمزی اور سیاہ، بھدے میلے اور چمکدار رنگوں کو نہ صرف یہ چھو کر محسوس کر سکتے ہیں بلکہ

اپنی مرضی کے مطابق اپنے افسانوں کے حاشیے متن اور بین
السطور تک کو ان سے مزین بھی کر سکتے ہیں۔موسم، ماحول
اور موضوع کی ہم آہنگی کا اعجاز دیکھنا ہو تو معاصر اُردو
افسانے میں ترنم ریاض سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔
جذبوں کی فراوانی ست تھرتھراتی ہوئی یہ کہانیاں ایک ایسی
نوعمر معصوم ہوتی ہیں جو اپنے لب کم کم وا کرتی ہے مگر اپنی
گہری گہری آنکھیں کھول کر پڑھنے والے کو یکا یک دم بخود
کر دیتی ہیں۔''

پروفیسر عتیق اللہ ترنم ریاض کے بارے میں یوں لکھتے ہیں

''ترنم ریاض کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو وہ کسک ہے
جیسے ایک ٹیس کی طرح ان افسانوں کے بطن میں محسوس کیا
جا سکتا ہے۔اگر چہ ان افسانوں کا موحول اور سارا سیاق
بے حد خاموش آگیں ہے لیکن اسی خاموشی کے اندر جو بلا کا
شور برپا ہے اسے ان کا قاری بہت جلد محسوس کر لیتا
ہے۔ترنم ریاض میں چیزوں کو ان کے اندر اتر کر دیکھنے کی
جو صلاحیت ہے وہ ایک افسانہ نگار کے لئے بڑی نیک فال
ثابت ہوتی ہے۔''[۱]

مظہر امام ترنم ریاض کے بارے میں اپنے خیالات یوں پیش کرتے ہیں

''پچھلے ۳۰۔۴۰ برسوں میں اردو میں چند ایسی افسانہ نگار
پیدا ہوئیں جنھوں نے خوبصورت افسانوں سے ادب کو مالا
مال کیا۔اُس نسل سے تو نہیں لیکن اُس قبیل سے ترنم ریاض کا
بھی تعلق ہے۔ترنم ریاض بہت دنوں سے کہانیاں لکھ رہی
ہیں۔یہ الگ بات ہے کہ وہ کم لکھتی ہیں۔کم شائع ہوتی
ہے۔ان کی خاصیت یہ ہے کہ افسانہ لکھتے وقت بہت زیادہ
مناعی کی قائل نہیں ہیں۔وہ اسی انداز سے افسانہ لکھتی ہیں
جیسے رو برو گفتگو میں مشغول ہوں وہ قاری کی ذہن پر کچھ

اس قسم کا سحر کر دیتی ہیں کہ اس کا ذہن ادھر اُدھر بھٹکنے نہیں
پاتا۔'' ۱

وارث علوی ترنم ریاض کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''ترنم ریاض کے افسانوں کو پڑھ کر مجھے پہلا احساس یہی
ہوا کہ وہ ایک غیر معمولی صلاحیت کی افسانہ نگار ہیں لیکن کوئی
نقاد ان کی یہ شناخت قائم کرتا نظر نہیں آتا۔ یعنی ایسا لگتا ہے
کہ نقاد کے دل میں ایک خوف سا ہے کہ اگر انھوں نے اس
خاتون کو دوسروں سے الگ کیا یا بہتر بتایا تو دوسرے
ناراض ہو جائیں گے اس لئے عافیت اس میں ہے کہ انھیں
ساتھ ساتھ ہی چلنے دو یعنی فہرستی ریوڑ سے الگ نہ کرو۔ اس
رویے سے دوسرے افسانہ نگاروں کو کوئی خاص فائدہ نہیں
ہوتا لیکن ترنم ریاض کا نقصان ہو جاتا ہے۔ ان کی
انفرادیت قائم نہیں ہوتی۔'' ۱

مندرجہ بالا ناقدین کی آراؤں سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ ترنم ریاض جس طریقے سے لکھ رہی ہیں اُس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عرش و فرش کی آواز سے رُکنے والی قلم کار نہیں ہیں اور اُنھیں یقیناً حدِ پرواز سے بہت آگے جانا ہے۔ اُردو زبان و ادب کی بے لوث خدمت کرنے والے گنتی کی ادیباؤں میں ترنم ریاض کا نام نمایاں طور پر شامل ہے وہ بہ فضلِ تعالیٰ ابھی تک لکھ رہی ہیں اور مستقبل میں ان کے قلم سے کئی موقر ادبی کارناموں کی امید کی جا سکتی ہے۔

ترتیب

سال اشاعت: ۲۰۱۸

شمارہ نمبر : ۳۵

سرنامہ خطاط : انور جمال

سرورق : کمپوزنگ پوائنٹ، ڈالمنڈی وارانسی

فی شمارہ : سو روپے

زر سالانہ : پانچ سو روپے (رسالہ صرف رجسٹرڈ ڈاک سے ہی بھیجا جائے گا)

تاعمر خریداری (ہند): دس ہزار روپے

تاعمر خریداری: دیگر ممالک بیس ہزار روپے

چیک یا ڈرافٹ اور انٹرنیٹ بینکنگ

کے ذریعے زر رفاقت ان نمبروں اور پتوں پر ارسال کریں۔

- Tahreek-e-adab IFSC IOBA 0001968 Current A/c 196802000000440
- Jawed Ahmad IFSC IOBA 0001968 A/c 196801000000568

Indian Overseas Bank, Glenhill School Ext. Counter, Manduadeeh Bazar, Varanasi-221103 (U.P.) India

- Javed Ahmad IFSC SBIN0016812 A/c 33803738087

State Bank of India, Lahertara Branch, Varanasi

تخلیق کے ساتھ اپنا فون نمبر یا ای۔میل اور اگر ممکن ہو تو دونوں ہی درج کرنے کی زحمت فرمائیں۔

عنایت ہوگی۔مراسلت کا پتہ

Jawed Anwar

'Urdu Ashian

167, Afaq Khan ka Ahata, Manduadeeh Bazar

Varanasi-221103 (U.P.) India

Mobile: 0091-993-595-7330 e-mail: jaweanwar@gmail.com

جاوید انور مدیر تحریک ادب نے مہاویر پریس، وارانسی سے چھپوا کر اردو آشیانہ ۱۶۷، آفاق خان کا احاطہ، منڈواڈیہہ بازار، وارانسی سے شائع کیا۔
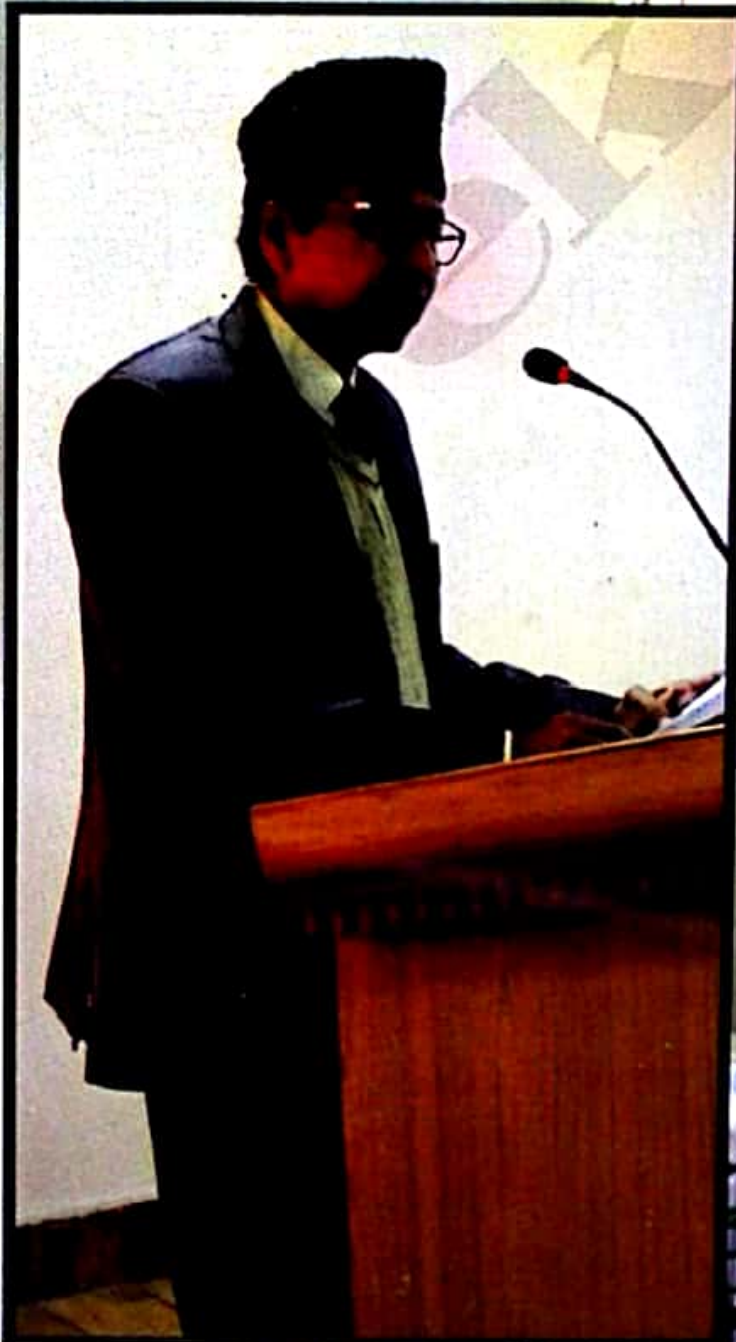
اردو
تحریک بقائے اردو
تحریک ادب
اپریل تا جون ۲۰۱۸ء
ISSN 2322-0341
گوشۂ
A peer Reviwed Urdu Journal
Approved By U.G.C. S. No.41078
پروفیسر صغیر افراہیم